قسط نمبر 3

مشرق بعید کے سفر....... تھائی لینڈ

تھائی لینڈ، آبی وسائل سے منسلک سیاحت کے ان گنت پہلو دنیا بھر کے سیاحوں کیلئے کشش کا باعث ہیں، تھائی لینڈ ایک سرسبز و شاداب ملک ہونے کے ساتھ ساتھ وہاں کے باسیوں کی انتھک محنت کی وجہ سے سیاحت کا مرکز بن چکا ہے

ڈاکٹر عبدالستار عباسی

بنکاک کے سفر: انڈسٹری میں اکثر لوگ بنکاک جانے کے خواہش مند رہتے تھے۔ بعض تو اس اشتیاق کو اپنے ہی اخراجات سے پورا کرنے چل پڑتے تھے اور واپسی پر ایسی ایسی داستانیں سناتے کہ بنکاک جانے کی خواہش بھی ماند نہ پڑی اور ہم منتظر رہے کہ کب یہ قرعہ فال ہمارے نام نکلتا ہے۔ آخر کار وہ دن آن پہنچا اور ہم بنکاک کے ایئر پورٹ سے خواتین کی دونوں ہتھیلیاں جوڑے دو رویہ قطار کے بیچوں بیچ "سواسدی کھا" سنتے ہوئے باہر نکل رہے تھے۔ تھائی لینڈ سیاحتی مواقع سے مالا مال ملک ہے۔ خصوصاً آبی وسائل سے منسلک سیاحت کے ان گنت پہلو دنیا بھر کے سیاحوں کے لیے کشش کا باعث ہیں۔ تھائی لینڈ ایک سرسبز و شاداب ملک ہونے کے ساتھ ساتھ وہاں کے باسیوں کی انتھک محنت کی وجہ سے سیاحت کا مرکز بن چکا ہے۔ موسم مرطوب ہونے کی باوجود خوشگوار رہتا ہے۔

چڑیا گھر

ہمیں بتایا گیا کہ بنکاک کے قریب ایک چڑیا گھر ہے جہاں ہاتھی اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اژدھا آپکو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہم سب نے وہاں جانے کا ارادہ کر لیا۔ صبح ہماری بس اس چڑیا گھر پہنچ گئی اور ہمیں بتایا گیا کہ ہاتھیوں کی پرفارمنس شروع ہونے میں ابھی وقت ہے اس لیے ہم چاہیں تو اژدھے سے دل بہلائیں۔ ایک نوجوان عظیم الجثہ اژدھا اپنی گردن کے گرد لپیٹے پھر رہے تھے۔ اس کا منہ ہاتھ میں تھا۔ ہمیں اسی کی طرح اژدھا اٹھانے کی دعوت دے رہا تھا۔ لیکن کسی کی ہمت نہ ہو رہی تھی کہ گردن کے گرد اژدھا جیسے سانپ کو اٹھائے۔ سب کا یہ کہنا تھا کہ بھائی سانپ ہے کیا پتہ ہماری گردن کو جکڑ لے اور چھوڑتے چھوڑتے ہمارا قصہ پاک ہو جائے۔ بہرحال ہر ایک نے حسب توفیق اس کے کندھوں پر سانپ کے جسم پر ہاتھ پھیرے اور بعض نے اس کا منہ بھی ہاتھ میں پکڑا مگر کوئی بھی سانپ کو کندھوں پر اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوا۔ ایک مقامی خاتون اپنے بچوں کے ہمراہ آئیں اسی طرح سانپ کو گردن کے گرد کندھوں پر اٹھایا اس کا منہ ہاتھ میں پکڑا اور اپنے بچوں کو بہلانے لگیں۔ ہم انکے اس بے تکلف انداز کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ اس دوران ہمیں اطلاع ملی کہ ہاتھیوں کے کرتب دکھانے کا وقت ہو گیا ہے۔ آجایئے لطف اندوز ہوئیے۔ ہاتھیوں نے جس کمال سے باسکٹ بال کھیلا وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ مجال ہے کہ ایک بار بھی بال باسکٹ سے باہر گرا ہو۔ پھر اپنی سونڈ سے کرکٹ کو گھمایا اور اپنے رکھوالے کے ساتھ طرح طرح کے کرتب دکھائے۔ کھیل کے اختتام پر رکھوالوں میں سے ایک نے ایک ہاتھی کو ہمارے سامنے کھڑا کر دیا اور کہا کہ آپ آئیے اپنے پیسے بچے اور پھر دیکھیے ہاتھی کیا کرتا ہے۔ ہم اپنی مہم جوئی پسندی سے دام میں آ گئے۔ پیسے بچے اور ہاتھی کی سونڈ کے برابر آ کھڑے ہوئے۔ ہاتھی نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ایک دم اپنی سونڈ ہمارے گرد گھمائی اور عباسی صاحب ہوا میں لہرانے لگے۔ پتہ نہیں اس نے کتنی بار پیچھے دائیں بائیں گھمایا کبھی سر اوپر ٹانگیں نیچے اور کبھی ٹانگیں اوپر سر نیچے ہماری تو سٹی گم ہو گئی۔ پھر رکھوالے نے ایک آواز نکالی تو ہم بالکل اسی جگہ جہاں سے ہاتھی نے ہمیں اپنی سونڈ میں جکڑا تھا وہیں اسی انداز میں اپنے پیروں پر کھڑے تھے۔ ہاتھی نے جکڑتے وقت ہمارے بازو بھی قابو میں کر لیے تھے اس طرح ہم کچھ بھی کرنے جوگے نہ رہے تھے اور اگر ہوتے بھی تو کیا کر لیتے یہ تو ہاتھی کی مہربانی تھی کہ اس نے خیریت سے چھوڑ دیا۔ نیچے اترے تو ہم ساکت تھے۔ وہ تو ہاتھی کے رکھوالے نے ہمارا ہاتھ پکڑا ایک طرف کیا اور باقی لوگوں کو دعوت دی۔ ہمارے دیکھا دیکھی سب کی قطار لگ گئی۔ جب ہم سب کو ہوش آیا تو ہنس ہنس کر دوہرے ہو گئے۔ جیتنے کی وجہ لطف اندوزی سے زیادہ اس معرکے سے بخیر و عافیت نکل آنا تھا۔

آبی کھیل: تھائی لینڈ کی دیگر خوبصورتیوں میں سے ایک آبی کھیلوں سے لطف اندوز ہونے کے بے شمار مواقع کا ہونا ہے۔ مجھے سمندری سکوٹر (جسے جیٹ سکی بھی کہتے ہیں) ہمیشہ سے ہی پرکشش لگتا تھا۔ خصوصاً اس کا لہروں سے ہوا میں اچھلنا اور پھر پانی کی سطح کو چھوتے چھوتے دوڑتے چلے جانا انتہائی دلکش لگتا تھا۔ ہمارے ہوٹل کے ساحل پر مہمانوں کی تفریح طبع کے لیے سمندری سکوٹر کی سہولت موجود تھی لیکن اس بات کی سختی تھی کہ انسٹرکٹر کے بغیر کوئی بھی سکوٹر لے کر سمندر میں نہیں جا سکتا۔ مجھے جب وقت ملتا میں ساحل پر آ جاتا اور انسٹرکٹر کے پیچھے بیٹھ کر سمندر کی سیر کو چلا جاتا۔ دو دن میں ہی میری انسٹرکٹر سے دوستی ہو گئی اور اس نے مجھے سکوٹر چلانے کی اس شرط پر اجازت دی کہ وہ سکوٹر پر میرے ساتھ رہے گا جو میں نے مان لی۔ اب کئی مرتبہ وہ میرے پیچھے بیٹھ کر سمندری سیر کر کے واپس آ چکا تھا اس لیے اس نے مجھے اکیلے سکوٹر لے جانے کی اجازت دے دی لیکن اس شرط کے ساتھ کہ ایک مخصوص جگہ سے آگے نہیں جاؤں گا جس سے میں بھی متفق تھا۔ میں سکوٹر لے کر سمندر میں گھومتا پھرتا، خوب لطف اندوز ہوتا لیکن بتائی ہوئی جگہ سے آگے نہ جاتا۔ اب اس نے میری طرف توجہ دینی بھی چھوڑ دی تھی اور میں نے بھی اعتماد بڑھنے کے ساتھ ساتھ سکوٹر کی سپیڈ بھی بڑھا لی تھی اور دیے گئے مقام سے آگے کا چکر بھی لگا آتا تھا۔ ایک مرتبہ سمندری سکوٹر کی سواری کا لطف اس قدر بڑھا کہ مجھے احساس ہی نہ ہوا کہ میں سمندر میں کس قدر آگے آ چکا ہوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک پہاڑ جیسی لہر میرے سامنے کھڑی ہے میں لہروں میں پھنس چکا ہوں اور کوشش کے باوجود سمندری سکوٹر واپسی کی طرف نہیں مڑ رہا ہے۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو ساحل اس قدر دور تھا کہ لوگ چھوٹے چھوٹے نظر آ رہے تھے تو جان گیا کہ وہاں تو کسی کو کچھ بھی پتہ نہیں چلنے والا اس لیے مدد بھول جاؤ اور میں تھا بھی لائف جیکٹ کے بغیر۔ پھر کیا تھا دعائیں پڑھنا شروع کر دیں، معافی مانگنا شروع کر دی، آیات پڑھنا شروع کر دیں۔ یوں لگ رہا تھا کہ پانی کا پہاڑ مجھ پر آیا کہ آیا۔ پھر نہ جانے کب میرے سکوٹر کا رخ ساحل کی جانب ہو گیا اور میں نے اسے بھگانا شروع کر دیا۔ ساحل پر پہنچا شکر ادا کیا اور اسکے بعد لائف جیکٹ کے بغیر سمندری سکوٹر پر نہیں بیٹھا اور ہدایت کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ میں آج بھی یہی سمجھتا ہوں کہ مجھے مالک نے اس دن نئی زندگی عطا کی۔

پیرا سیلنگ: آبی کھیلوں میں دوسری سرگرمی جس سے میں خوب لطف اندوز ہوا پیرا سیلنگ تھی۔ مجھے مضبوط پٹوں کے اندر دونوں ٹانگیں اور بازو ڈالنے کو کہا گیا اور ایک موٹے کلپ کو ان پٹوں کے ساتھ (جنہوں نے اب مجھے جکڑ لیا تھا) لگے موٹے کڑے سے جوڑ دیا۔ کلپ کے پیچھے لمبی مضبوط رسی کے ساتھ پیراشوٹ نما چھتری جڑی ہوئی تھی جسے پیرا اسیل بھی کہتے ہیں جو ایک موٹر بوٹ کے ساتھ بندھی ہوتی ہے۔ جیسے ہی موٹر بوٹ چلنا شروع کرتی ہے پیراشوٹ نما چھتری ہوا میں بلند ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی اس شخص کو جو پہلے سے پٹوں میں جکڑا چھتری کے ساتھ بندھا ہوتا ہے ہوا میں بلند ہو جاتا ہے۔ اور پھر آپ ہوا میں اڑتے رہیں جہاں جہاں موٹر بوٹ جاتی ہے آپ اسکے پیچھے ہوا میں اڑان کے مزے لے رہے ہوتے ہیں۔ مجھے تو ہوا میں ایسا اڑنا بہت پسند آیا اور میں نے لطف اندوز ہونے کے لیے اس سرگرمی کو دہرایا بھی۔ مزے کی بات یہ ہے کہ پیرا سیلنگ کرنے کے بعد ریسٹورنٹ میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور پیرا سیلنگ کے دوران لیا گیا فوٹو ایک فریم میں لگا کر ہمیں پیش کیا جو ہم سب کے لیے ایک خوبصورت یادگار بن گیا۔ ہوا میں معلق رہنے کا احساس بہت دلکش تھا۔ اور سمندر کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا نے تو مزہ دوبالا کر دیا۔

کورل آئی لینڈ: ہم سب کو بتایا گیا کہ صبح کورل آئی لینڈ جانا ہے۔ سب خوشی خوشی ہلکے پھلکے لباس میں ملبوس پیراکی کا لباس ہمراہ لیے وقت مقررہ پر ہوٹل لابی میں موجود تھے۔ پہلے بس اور پھر کشتیوں میں خوبصورت سفر کے بعد کورل آئی لینڈ پہنچے۔ جزیرے کی آنکھیں خیرہ کر دینے والی خوبصورتی نے دم بخود کر دیا۔ ہلکی سفید ریت، پرسکون پانی اور کچھ فاصلے پر ایک چھوٹے سے جزیرے کی دلکش ہریالی ایک انوکھا سماں تھا جو شاید بیان کرنا دشوار ہو۔ سب لوگ اپنی اپنی پسند کے مطابق مختلف سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے اور میں نے سرفنگ کو ترجیح دی جو خصوصاً شوقین حضرات کے لیے ترتیب دی گئی تھی۔ لہریں ایسی نہ تھیں کہ صرف بورڈ سے قسمت آزمائی جاتی اس لیے سمندری سکوٹر (جیٹ سکی) کے پیچھے بندھی دو رسیوں کے ساتھ جڑے پائیدانوں میں پاؤں ڈالے دو رسیاں مضبوطی سے پکڑیں اور سمندری سکوٹر کے چلتے ہی پانی کی سطح پہ بہا دوجہا انمول مسرت بھرا تجربہ تھا سرفنگ کا۔ پھر کسی نے کہا کہ پانی کے نیچے سمندری سطح پر مونگوں (کورلز) پر چلا جائے تو مزا آجائے گا۔ ہم چند دوست ساتھ چل دیے۔ ہماری کشتی نسبتاً بڑی کشتی کے ساتھ جا کر کھڑی ہو گئی اور ہم اس بڑی کشتی پر چڑھ گئے۔ بڑی کشتی پر اک نئی دنیا آباد تھی۔ عرشے پر ایک ریسٹورنٹ اور پچھواڑے پر ایک مشین چل رہی تھی۔ ہم میں سے ہر ایک کو باری باری آگے آنے کا اشارہ کیا جاتا۔ ہاتھ میں ڈبل روٹی کا ٹکڑا پکڑا دیا جاتا اور سیڑھی سے نیچے جانے کا اشارہ کیا جاتا۔ جیسے ہی ہم کندھوں تک پانی میں ڈوب جاتے تو سر پر ایک وزنی سلنڈر رکھ دیا جاتا جس میں چہرے کی جانب شفاف شیشہ لگا تھا تاکہ باہر آرام سے دیکھ سکیں

اور سلنڈر میں ایئرگن مشین سے نالی کے ذریعے آکسیجن بھی آ رہی تھی۔ اب ہمیں اس سلنڈر کا وزن خود بخود سمندر کی سطح تک لے گیا اور ہم منوں پانی کے نیچے چلنے لگے۔ ہاتھ میں ڈبل روٹی پکڑانے کی وجہ اس وقت سمجھ آئی جب ہمارے پانی میں نیچے اترتے ہی مچھلیوں کے غول ڈبل روٹی کھانے ہمارے ہاتھ کے گرد جمع ہو گئے۔ یہ انتہائی خوبصورت منظر تھا۔ بہت سی مچھلیاں میرے ہاتھوں میں پکڑے ڈبل روٹی کے ٹکڑے کھا رہی تھیں اور میں انکی خوبصورتی سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ کچھ دیر تہ سمندر پر چہل قدمی کی اور پھر ایک چٹان پر بیٹھ کر اس احساس سے لطف اندوز ہوتا رہا کہ منوں پانی کے نیچے آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے سے ہاتھ ملا رہے ہیں ہاں لیکن ایک دوسرے کی آواز نہیں سن پا رہے تھے زیادہ تر اشاروں سے بات کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد سلنڈر کے ساتھ لگی نالی ہلنا شروع ہو گئی جس کا مطلب یہ تھا کہ باہر آ جائیے آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ ہم سب باری باری باہر نکلے اور اس تجربے کو زندگی کے بہترین تجربوں میں سے ایک ٹھہراتے ہوئے واپس اپنی کشتی میں سوار ہو گئے۔

پوکیٹ کی سیر: پتایا اور بنکاک کی سیر کے بعد ہمیں بنکاک ہی سے پوکیٹ کی پرواز لینی تھی۔ پوکیٹ کے بارے میں اکثر یہ سنا تھا کہ تھائی لینڈ کی سیاحت کا عروج پوکیٹ پہنچ کر ہوتا ہے۔ ہم سب کی یہ رائے تھی کہ دنیا بنکاک اور پتایا کی تعریف کرتی ہی اور ہمارے منتظمین نے پوکیٹ کو پروگرام میں شامل کر کے شاید غلطی کی ہے۔ یہ چند دن بھی یہاں ہی گزرتے تو بہتر ہوتا۔ بہرحال جب ہمارا جہاز پوکیٹ اترنے لگا تو ہریالی سے بھرا جزیرہ دل کو بہت بھایا اور اکثر کو احساس ہونے لگا کہ فیصلہ ٹھیک تھا۔ صاف ستھرا ابھرا ابھرا جزیرہ اور آپ جس طرف چاہیں چل پڑیں رکنے کو جی ہی نہیں چاہتا۔ اسی لیے شہر کے مرکز میں پیروں کے مساج کے ان گنت مراکز ہیں۔ سیاحتی زندگی میں ہم نے کبھی پیروں کا مساج نہیں کروایا باوجود اسکے کہ مواقع بھی دستیاب ہوتے تھے۔ لیکن پوکیٹ میں اس قدر پیدل چلنا ہوا کہ شام پیروں کے مساج بنا کوئی اور چارہ ہی نہ تھا۔ کیونکہ ہم چلنے سے نڈھال ہو چکے تھے۔ ساحل ہمارے قیام سے چند منٹ کے فاصلے پر تھا۔ صاف ستھری ریت، صاف شفاف پانی اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا ساحل پر چہل قدمی کا کوئی جواب ہی نہ تھا۔ کسی نے بتایا کہ آج چودھویں کا چاند ہے آپ رات ساحل پر ضرور آئیے گا۔ یہ منظر آپ کو ساری زندگی یاد رہے گا۔ ایسا ہی ہوا رات کے کھانے کے بعد ساحل پر پہنچے تو چاند کی چاندنی، سمندری لہروں کی سنسناہٹ اور ہلکی ہوا کے تھپیڑوں نے سحر زدہ کر دیا۔ ہم وہاں پڑی ساحلی کرسیوں پر دراز ہو گئے اور اس خوبصورت نظارے کو آنکھوں اور یادوں میں محفوظ کرنے لگے جو آج بھی تازہ ہے۔

جیمز بانڈ آئی لینڈ: پروگرام کے مطابق صبح کشتیوں کے ذریعے جیمز بانڈ آئی لینڈ جانا تھا اور دوپہر کا کھانا واپسی پر سمندر ہی میں ایک چھوٹے سے جزیرے پر کھانا تھا۔ کشتیوں میں ہمارا سفر شروع ہوتے ہی انمول نظاروں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ کشتی بانوں نے ایسے راستے کا انتخاب کیا تھا جو قدرت کے تراشے ہوئے حیران کن کاٹ کھاٹ سے بھرا ہوا تھا۔ کہیں ایسی گزرگاہ کہ آپ پہاڑ کے پہلو سے اس قدر اندر داخل ہو جائیں کہ آنکھ لگے کہ پہاڑ آپ پر نہ آن گرے۔ اور پھر پہاڑ کے بیچوں بیچ ایک بڑا شگاف جس کے درمیان سے آپ گزریں تو ایسے لگے جیسے آپ کسی انڈرپاس سے گزر رہے ہیں۔ کہیں نرم جھاڑیوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ، ایسا لگے کہ کشتی ابھی پھنسی کہ پھنسی مگر فراٹے مارتی چلتی جائے۔ کبھی اس قدر شفاف پانی سے انھوں نے کشتیاں گزاریں اور رفتار بھی کم کر دی کہ پانی میں نہ صرف تیرتی مچھلیاں نظر آئیں بلکہ کچھ تو اچھل کر ہماری کشتی کے ساتھ ساتھ ہوا میں تیرتی رہیں۔ کافی دیر سمندر میں گھومتے پھرتے لطف اندوز ہوتے ہم جیمز بانڈ آئی لینڈ پہنچ گئے۔ بتایا گیا کہ جیمز بانڈ کی ایک فلم یہاں بنائی گئی تھی اس لیے اس جزیرے کا نام جیمز بانڈ آئی لینڈ پڑ گیا ہے۔ چھوٹا سا عمودی پہاڑ سمندر میں کھڑا ہے جہاں صرف سیاح آتے ہیں اور گھوم پھر کر چلے جاتے ہیں۔ لیکن اگر تھوڑے فاصلے سے دیکھیں تو جزیرے کا منظر دلفریب ہوتا ہے۔